جلسہ پر آنے والے مہمانوں کو نصائح

قرآن وسنت کے مطابق مہمان اور میزبان بنیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 21 / جولائی 1995ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں۔

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيٓ أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿٣٢﴾
نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ﴿٣٣﴾ (حٰمٓ السّجدة: 32، 33)

آجکل چونکہ جلسہ سالانہ کے مہمانوں کی آمد آمد ہے اور جیسے بہار کے موسم میں کچھ پرندے پہلے پہنچ جاتے ہیں اور کہیں کہیں ان کے نغموں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں، کہیں درختوں کے جھنڈ میں ان کے رنگ دکھائی دیتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ اب بہار بہت پیچھے نہیں رہے گی۔ اس وقت ہم اس کیفیت میں داخل ہو چکے ہیں۔ اللہ کے فضل کے ساتھ سلسلے کے عشاق، محبت کرنے والے، دنیا کے کونے کونے سے یہاں نمونۃً جمع ہو چکے ہیں اور انشاء اللہ ان کے پیچھے جھنڈ کے جھنڈ ان روحانی پرندوں کے آنے والے ہیں۔ اس پہلو سے مقامی لوگوں پر جو مہمان نوازی کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس کے تعلق سے میں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی تھی جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کی مہمان نوازی کا ذکر ہے اور چونکہ سلسلہ مضمون صفات باری تعالیٰ پر جاری ہے اس لئے اسی تعلق سے میں نے وہ آیت چنی جس میں بظاہر ایسی صفات کا ذکر ہے جن کا مہمان نوازی سے تعلق نہیں ہے۔ مگر جیسا کہ میں نے پہلے بھی بیان کیا تھا قرآن کریم میں جتنی بھی اللہ کی صفات بیان ہوئی

ہیں یا اسماء بیان ہوئے ہیں ان کا سورہ فاتحہ کی بنیادی صفات سے بھی تعلق ہے اور آپس میں بھی گہرے رابطے ہیں اور جب تک ٹھہر کر نظر غائر سے نہ دیکھا جائے اس وقت تک بعض دفعہ اس مضمون کا تعلق جو بیان ہو رہا ہے صفات سے ظاہری طور پر دکھائی نہیں دیتا مگر بہت گہرا تعلق ہوتا ہے۔

جن آیات کی میں نے تلاوت کی ہے ان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جنت میں جب یہ میرے بندے پیش ہوں گے تو ان کے لئے کیا ہوگا۔ مخاطب کرتے ہوئے فرمایا وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيَ أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ تمہارے لئے جنت میں وہ کچھ ہوگا جو تم چاہتے ہو، جس کی تمہیں تمنا ہے۔ تَشْتَهِيَ أَنْفُسُكُمْ میں جس کی تمنا رکھتے ہو طبعی حاجت ہے دل چاہتا ہے۔ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ اور جو کچھ تم مانگو گے حاضر کر دیا جائے گا۔ جب بھی کسی چیز کا شوق پیدا ہو، کوئی خواہش پیدا ہو تو تمہیں پیش کی جائے گی۔ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ یہ مہمان نوازی بخشنے والے کی طرف سے ہے اور بار بار رحم کرنے والے کی طرف سے ہے۔

اب سب سے پہلے صفت غفور کا ذکر فرمایا اور بظاہر مہمان نوازی کا اس صفت سے کوئی تعلق دکھائی نہیں دیتا مگر جہاں بھی آپ قرآن کریم میں مہمان نوازی کا ذکر پڑھیں گے وہاں رحیم کی تکرار تو نہیں مگر غفور یا مغفرت کی تکرار ضرور ہے اور حیرت انگیز طور پر اس مضمون میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ اس پہلو پر روشنی ڈالنے سے پہلے جو حصہ ہے اس کے متعلق میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ اللہ جب اپنے بندوں کی مہمان نوازی فرمائے گا تو جو انداز اختیار کرے گا وہ سب سے پیارے انداز ہیں۔ اللہ ہی سے اس کی صفت کے مطابق ہمیں رنگ پکڑنے چاہئیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيَ أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ تمہارے لئے اس میں ہوگا جو تم چاہتے ہو اور اگر یہ ہے تو پھر تَدَّعُونَ کی کیا ضرورت ہے یہ بھی ایک سوال اٹھتا ہے۔ اصل میں مَا تَشْتَهِيَ أَنْفُسُكُمْ سے مراد یہ ہے کہ دائمی طبعی عادات ہیں جو ایک شخص کی شخصیت کا حصہ ہوتی ہیں اور میزبان کا فرض ہے کہ اگر وہ مہمان کو جانتا ہے تو اس کے مزاج کے مطابق وہ چیزیں مہیا کرے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مہمان نوازی کے اس پہلو پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے یہاں تک کہ اگر کوئی تمبا کو نوش مہمان بھی آتا تھا، خود پسند نہ کرتے ہوئے بھی ہدایت فرمایا

کرتے تھے کہ اس کا انتظام ہونا چاہئے اور باقی سب امور میں مزاج شناسی کے ساتھ مہمان کا جو مزاج معروف تھا اس کے مطابق چیزیں پہلے ہی مہیا کر دی جاتی تھیں کہ اسے مانگنا نہ پڑے۔ اس کے بعد پھر بھی گنجائش رہتی ہے۔ کبھی مہمان کے دل میں کوئی اور طلب پیدا ہو جاتی ہے جو اس کے عام مزاج سے ظاہر نہیں ہوتی اور کبھی کسی اور چیز کی طلب پیدا ہو جاتی ہے۔ تو وقت بدلتے ہیں خواہشیں بدلتی رہتی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو کامل فرما دیا یہ کہہ کر وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيَ أَنْفُسُكُمْ تمہارے لئے اس میں ہوگا جو کچھ تمہارے دل چاہیں گے وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ اور تمہارے لئے اس میں ہوگا جو تم طلب کرو گے۔ لیکن ایک صرف الجھن باقی رہ جاتی ہے کہ انسان کو تو پتا نہیں ہوتا کہ کیا طلب کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے طلب کا انتظار کیوں فرمایا تَشْتَهِيَ کے تابع ہی وہ ساری ضرورتیں کیوں نہ مہیا فرما دیں جنت میں جو انسان کبھی طلب کر سکتا تھا۔ تو اس میں بھی ایک گہری حکمت ہے اور بہت لطیف انداز میں ہماری تربیت فرمائی گئی ہے۔ طلب وہی کرتا ہے جس کو پورا اعتماد ہو، جو بے تکلف ہو، کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد اسے یقین ہو کہ میں کچھ مانگوں گا تو میرا میزبان خوش ہوگا اس سے ہماری اپنائیت بڑھے گی۔ تو اللہ تعالیٰ اس اپنائیت کے مضمون کو جنت کے تعلق میں ایک جگہ نہیں کئی جگہ بیان فرماتا ہے یہاں تک کہ فرمایا کہ وہ ایک دوسرے سے چھین چھین کے کھائیں گے۔ جہاں سب کچھ موجود ہو، بافراغت موجود ہو کسی چیز کی کمی نہ ہو، وہاں چھیننے کی کیا حاجت ہے یہ ایک اظہار محبت ہے، ایک تعلق کا اظہار ہے۔ تو اصل مہمان نوازی وہ ہے جہاں محبت کا مضمون جاری ہو جائے، جہاں بے تکلفی اور اعتماد قائم ہو جائیں، جہاں مہمان اور میزبان میں فرق باقی نہ رہیں اور اس قدر اس کو اعتماد ہو اپنے میزبان پر کہ کہے اچھا آج تو میرا یہ دل چاہ رہا ہے اور میزبان شوق سے کہے جزاکم اللہ تم نے بہت مجھے خوش کیا ہے جو خود منہ سے مانگا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ بھی یہ لطف دے گا اور اٹھائے گا بھی اور جب میں کہتا ہوں لطف اٹھائے گا تو خدا تعالیٰ کی عظمت شان کے پیش نظر جو بھی لطف اٹھانے کے معنے ہیں انہیں میں بیان کر رہا ہوں۔ مہمان نوازی ہی کے تعلق میں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے بھی اللہ کے لطف اٹھانے کا ذکر فرمایا ہے۔ پس جن معنوں میں اللہ وہ لطف اٹھاتا ہے انہی معنوں میں میں بھی کہہ رہا ہوں کہ اللہ بھی اس کے لطف اٹھائے گا جب جنتی مانگیں گے۔

تو سب سے پہلے تو کوشش کرنی چاہئے کہ آنے والے مہمانوں کو اگر آپ جانتے ہیں ان کی

عادات کا علم ہے تو جس حد تک بھی ان کی خواہشات کا آپ کو علم ہو ان خواہشات کو پورا کرنے کے لئے سامان مہیا کرنے کی کوشش کریں اور اگر مہمانوں کے مختلف کمرے ہیں تو ہر کمرے میں ان کے مزاج کی چیزیں ہونی چاہئیں لیکن ان کا تعلق توفیق سے بھی ہے۔ توفیق سے بڑھ کر مہمان نوازی کا حکم نہیں ہے۔ ہاں اگر تمنا ہو کہ جس طرح اللہ مہمان نوازی کرتا ہے میں بھی کروں اور اس جذبے کے ساتھ انسان کوشش کرتا ہے تو مجھے یقین ہے کہ اس کی یہ تمنا ہی اس کی توفیق بڑھا دے گی اور اس کے رزق میں برکت پڑے گی اور اللہ تعالیٰ اس کو واقعۃً یہ توفیق بخشے گا کہ اپنے آنے والے پیاروں کی خواہش کے مطابق اپنی خواہشوں کو پورا کرے یعنی ان کی خواہش اس لئے پورا کرے کہ اس کی اپنی خواہش اس سے پوری ہوتی ہو اور پھر تَدَّعُوْنَ کا مضمون تو واضح ہی ہے۔ یہ ماحول پیدا کرنا اخلاق حسنہ کا محتاج ہے۔ اس قدر اپنائیت پیدا کرنی چاہئے کہ بیچ سے تکلف کے پردے اٹھ جائیں اور پھر صحیح مہمان نوازی ہوتی ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ کہ یہ غفور رحیم کی طرف سے مہمان نوازی ہے۔ تو میں نے ابھی ذکر کیا تھا کہ مغفرت کا اس سے کیا تعلق ہے۔ جہاں تک اللہ کی ذات کا تعلق ہے اس کا مغفرت سے بہت گہرا تعلق ہے۔ جہاں تک انسانی ذات کا تعلق ہے اس کا بھی ایک حد تک مغفرت سے تعلق ہے مگر خدا تعالیٰ کا خصوصیت کے ساتھ کیونکہ وہ مہمان جو سابق میں دشمن رہ چکا ہو، وہ مہمان جس نے اپنی طرف سے پہلے بہت کوشش کی ہو کہ دکھ پہنچائے، دل آزاری کرے، مخالفانہ رویہ اختیار کرے، اس کے سابقہ طرز عمل کو یا بسا اوقات مہمان نوازی کو میلا کر دیتی ہے اور عملاً انسان کے لئے بہت مشکل ہے کہ ایک ایسے مہمان سے بھی اس طرح خوش اخلاقی کا سلوک کرے جس طرح ایک ایسے مہمان سے کرے جو پہلے ہی اس سے محبت کے رشتے بڑھا چکا ہو، اس کے لئے قربانیاں کرتا رہا ہو۔

تو اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے والے جتنے بندے ہیں وہ ہیں بنیادی طور پر گناہ گار اور اگر محض عدل سے دیکھا جائے تو کوئی بھی بخشا نہیں جائے گا یہاں تک کہ اولوالعزم انبیاء بھی یہی سمجھتے ہیں کہ بخشش تو محض اللہ کے کرم سے ہوگی، اللہ کے فضل اور رحم کے ساتھ ہوگی ورنہ حقیقت میں کوئی انسان استحقاق کے طور پر بخشش طلب نہیں کر سکتا اور بخشش نہ ہو تو پھر مہمان نوازی جس قسم کی بھی ہوگی وہ سب میلی اور کجلائی ہوئی مہمان نوازی ہوگی اس میں وہ بے اختیار لذت، بے ساختہ لطف پیدا ہو ہی

نہیں سکتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے غفور کی صفت پہلے رکھ دی ہے۔ فرمایا کہ اس بات کی فکر نہ کرنا کہ تم کیا کرتے رہے ہو، یہ دیکھنا کہ کس کے مہمان بن رہے ہو اور وہ غفور ہے، بہت بخشنے والا ہے اور اس لئے تمہارے گناہوں کا کوئی خیال تک بھی تمہارے اپنے دل میں نہیں آنے دے گا۔ اس مغفرت کا سلوک فرمائے گا کہ تم اس کی مہمان نوازی قبول کرنے کے لئے، اس سے لطف اندوز ہونے کے لئے اپنے دل کو صاف اور ستھرا پاؤ گے اس میں کوئی ایسے ضمیر کے کچوکے باقی نہیں رہیں گے جو ہر وقت مہمان نوازی کی شان کو گدلاتے رہیں۔ میزبان تو خدمت کرتا جارہا ہے مگر مہمان اس بات میں دکھ محسوس کرتا ہے کہ میں کیا تھا، میں نے اس سے کیا کیا اور یہ ایک طبعی امر ہے۔

آنحضرت ﷺ کے تعلق میں بھی صحابہؓ میں یہ مثال ملتی ہے کہ اسلام لانے سے پہلے جو آنحضرت ﷺ کو دکھ دئے گئے یا جن لوگوں نے دکھ دیئے اسلام کے بعد حیا سے ان کی نظر نہیں اٹھتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ دیکھ نہیں سکے کیونکہ یہ حیا ہمیشہ مانع تھی، یہ تصور چر کے لگاتا تھا کہ اس وجود کے ساتھ تم یہ یہ کرتے رہے ہو اب کس نظر سے تم اسے دیکھنے کا حق رکھتے ہو۔ چنانچہ ایسے صحابہؓ کا ذکر ملتا ہے جو وصال کے بعد یہ نہیں بتا سکتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کا حلیہ کیا تھا وہ وجہ یہ تھی۔ تو غفور کا بہت گہرا تعلق ہے خصوصاً اللہ کے تعلق میں۔ غفور کا مہمان نوازی سے بہت گہرا تعلق ہے کیونکہ گناہ گار بندے حاضر ہو رہے ہیں اگر اللہ ان کو یاد نہ بھی دلائے تو اپنا ضمیر تو ضرور یاد دلائے گا کہ کس پاک وجود کے سامنے تم حاضر ہو، کس طرح تمہاری خدمت کی جارہی ہے، تم کیا تھے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ غفور ہے وہ بخش دے گا اور یہ مضمون مسلسل آگے جاری رکھا ہے۔ چنانچہ دیکھئے فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ (الانفال: 75)

پہلے مغفرت فرمایا پھر رزق کریم بتایا۔ رزق کریم سے مراد ہے کریم کی طرف سے پیش کردہ رزق۔ یہاں رزق کا تعلق ربوبیت سے یا صفت رزاقیت سے نہیں باندھا بلکہ کریم لفظ سے باندھا ہے جس میں مہمان نوازی کا مضمون پایا جاتا ہے۔ چنانچہ عربی میں مہمان نوازی کا محاورہ اکرام الضیف ہے یعنی مہمان سے ایسا سلوک کہ وہ اپنی عزت محسوس کرے اور یہ لفظ کریم دونوں طرف برابر اطلاق

پاتا ہے جب تک خود انسان کریم نہ ہو دوسرے کو کریم نہیں بنا سکتا۔ تو جب مہمان نوازی کریم ہوئی تو ظاہر ہے، بلکہ لازم ہے کہ مہمان نوازی کرنے والا جو کریم مہمان نوازی کرتا ہے وہ خود معزز ہے ورنہ کسی کمینے کو یہ توفیق نہیں مل سکتی۔

پس اللہ تعالیٰ نے جہاں جہاں مہمان نوازی کے ساتھ کریم کا لفظ باندھا ہے، کریم کی صفت بیان فرمائی ہے وہاں یہی مضمون ہے کہ میں کریم ہوں اس لئے میری مہمان نوازی بھی کریم ہوگی۔ جو رزق میں تمہیں عطا کروں گا وہ بھی عزت بخشنے والا اور باعزت رزق ہوگا لیکن مغفرت پہلے ضرور رکھی ہے کہ جب تک مغفرت کے دروازے سے نہ گزرو تم حقیقت میں میری مہمان نوازی کے قبول کرنے کی یا اس سے لطف اندوز ہونے کی اہلیت ہی نہیں رکھتے۔ اس تعلق میں اور چند آیتوں کی مثالیں میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (الانفال:5) پھر دروازہ مغفرت کا قائم فرمایا کہ مغفرت کے باب سے گزرو گے تو رزق کریم تک پہنچو گے ورنہ تم رزق کریم تک رسائی ہی نہیں رکھ سکتے۔ تو وہ لوگ جو جنت میں جائیں گے انہیں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ فرماتا ہے اس سے پہلے جو ان کی صفات ہیں وہ پوری بیان فرمائی گئی ہیں اور یہ صفات بھی میں جلسے کی مہمان نوازی کی نصائح کے تعلق میں آپ کے سامنے کھول کر رکھنا چاہتا ہوں مگر پہلے میں پہلی آیت کی طرف واپس جاتا ہوں۔ آگے اور بھی آیات میں نے رکھی ہیں اگر وقت ملا، تو ہر آیت جس میں رزق کریم کا ذکر ہے یا معزز مہمان نوازی کا ذکر ہے اس سے پہلے بلا استثناء مغفرت کا ذکر ہے۔

تو اول تو یہ کہ بسا اوقات ایسے مہمان آتے ہیں جو آپ سے تعلق والے ہیں اور آپ ان کو جانتے ہیں اور وہ آپ کو جانتے ہیں ایک دوسرے کا احسان سے تعلق ہے۔ مگر بعض دفعہ جلسے کے انتظام کی طرف سے مہمان تقسیم کئے جاتے ہیں اور ربوہ اور قادیان میں تو یہ بکثرت ہوتا تھا کہ ایک شخص سے پوچھا جاتا تھا کہ تمہارے گھر میں کتنے مہمانوں کی گنجائش ہے۔ وہ بتا دیتا تھا کہ میں بیس رکھ سکوں گا، پچیس رکھ سکوں گا، تیس رکھوں گا اور پھر وہ جن لوگوں کو نہیں جانتا تھا کبھی دیکھا تک نہیں تھا وہ بھی مہمان آجاتے تھے اور بعض دفعہ ایسے مہمان آجاتے تھے جن سے پہلے دل میں کدورت موجود تھی لوگ سمجھتے تھے کہ واقف ہیں یا رشتے دار ہیں بھیج دیتے تھے اور وہاں پہنچنے کے بعد پتا چلتا تھا کہ او ہو ان

کی تو ان بن تھی یا پہلے دلوں میں کچھ آپس میں کدورت پائی جاتی تھی۔تو ایسی صورت میں جب تک مغفرت نہیں ہوگی آپ مہمان نوازی کا حق ادا نہیں کرسکیں گے اور اللہ کے مہمان ہیں اللہ پہلے مغفرت فرماتا ہے۔ پھر مہمان نوازی کرتا ہے جب آپ کے مہمان بن کر آ گئے تو آپ بھی پچھلی باتوں کو بھول جائیں۔ہاں اگر جرم نظام جماعت کا ہو، خدا تعالیٰ کا ہو تو اس پر آپ مغفرت کی قدرت نہیں رکھتے۔ اس صورت میں ایک اور صورت حال پیدا ہوتی ہے جو پیچیدہ ہو جاتی ہے مگر میں روزمرہ کی بات کر رہا ہوں جن باتوں میں آپ کو مغفرت کا اختیار ہے اپنے مہمانوں سے مغفرت کا سلوک کریں۔

دوسرا اس لئے بھی مغفرت کا لفظ ضروری ہے یعنی انسانی تعلق میں بھی مغفرت کا اطلاق ضروری ہے کہ مہمان اپنے قیام کے دوران بعض دفعہ عجیب وغریب حرکتیں کر دیتے ہیں۔عجیب وغریب مزاج کے لوگ ہیں وہ اپنی عادات سے نہ کہ جان بوجھ کر ہر وقت تنگ کرتے ہیں اور جس کو مغفرت کا حوصلہ نہ وہ اس سے نپٹ نہیں سکتا۔آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ایک مہمان آیا، مسجد میں ٹھہرا، اس کی خاطر مدارت کی گئی اور صبح مسجد کو گندہ کر کے بھاگ گیا۔اب وہاں صحابہ اور حضرت محمد ﷺ کا فرق نمایاں ہوتا ہے۔صحابہؓ تو ناراض تھے کہ کیسا انسان تھا، کیسا پلید آدمی تھا جو آیا ہے اور پھر مسجد کو بھی گندہ کر گیا اور صبح جا کے دیکھا تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خود اپنے ہاتھ سے اس کے گند دھو رہے تھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا کرتے ہیں، ہمیں موقع دیں، آپؐ نے فرمایا میرا مہمان تھا۔تو یہ مغفرت کی انتہا ہے جیسا رب غفور رحیم، ویسے محمد مصطفیٰ ﷺ غفور رحیم تھے اور مہمان نوازی میں مغفرت کی ضرورت بارہا پیش آتی ہے۔ضروری نہیں کہ پرانے تعلقات میں کوئی خرابی ہو۔گہرے دوستوں سے، ان کے بچوں سے ایسی حرکتیں سرزد ہو جاتی ہیں۔کسی معصوم بچے سے آپ کا قیمتی واچ گر کر ٹوٹ جائے گا، کوئی بچے گندی عادات کے ہیں وہ دیواروں پر لکیریں مارنے لگ جاتے ہیں۔جہاں تک آنے والوں کا تعلق ہے ان کو نصیحت میں الگ کروں گا لیکن میں حوصلہ رکھنے والوں کے حوصلے کی بات کر رہا ہوں اس وقت۔ان کو جہاں تک ممکن ہو مغفرت کا سلوک کرنا چاہئے اور اپنا حوصلہ بڑھانا چاہئے۔نصیحت کرنی ہے تو کریمانہ نصیحت کریں کیونکہ نصیحت بھی کریمانہ اور غیر کریمانہ ہوسکتی ہے۔مہمان نوازی کے تعلق میں کریمی کے سوا اور کوئی ذکر نہیں ملتا۔مہمان نوازی کرنی ہے تو کریم ہونا پڑے گا۔رزق پیش کرنا ہے تو رزق کریم پیش کرنا ہوگا۔

اب رزق کریم کے تعلق میں یاد رکھنا چاہئے کہ یہاں رزق کی نوعیت کا ذکر نہیں ہے۔ایک معمولی رزق بھی، بہت ہی غریبانہ رزق بھی رزق کریم بن جاتا ہے اگر اس کا مالک کریم ہو اور ایک کریمی کے جذبے کے ساتھ، عزت افزائی کی خاطر، مہمان کے سامنے اس طرح پیش کرے کہ تھوڑے کو بھی بہت سمجھے اور اپنی عزت افزائی سمجھے۔تو کریمی کا تعلق نعمت کی قسم سے نہیں ہے، رزق کی نوعیت سے نہیں ہے۔کریمی کا تعلق اس رجحان سے ہے جو مہمان نواز کے دل کا رجحان ہے، جو مہمان نوازی میں ڈھلتا ہے اور مہمان کو دکھائی دیتا ہے اس کو بتانا نہیں پڑتا۔وہ جانتا ہے کہ اسی میں عزت ہے۔اب اگر کسی کے پاس صرف پانی ہے تو وہ پانی ہی پیش کرے گا مگر اگر شرم ہو طبیعت میں، انکساری ہو، خجالت ہو کہ میں کچھ نہیں کرسکتا اس کا درد اس کی آنکھوں میں نمایاں ہو تو وہ پانی رزق کریم ہے اور جس مہمان کو یہ رزق کریم پیش کیا جائے گا ان جذبوں کے ساتھ، وہ اپنی عزت سمجھے گا وہ اس کے لئے دل میں جذبہ درد محسوس کرے گا اس کی مزید عزت اپنے دل میں پائے گا۔

پس اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ مغفرت کے ساتھ رزق کریم کو باندھا ہے۔پس آپ کی غربت آپ کے رزق کریم پیش کرنے کی راہ میں حائل نہیں ہوسکتی اور یہ بات کہ آپ مہمان کی سب تمناؤں اور خواہشات کو پورا نہیں کرسکتے یہ بھی رزق کریم پیش کرنے کی راہ میں حائل نہیں ہوسکتی کیونکہ رزق کریم آپ کی طبیعت کے کرم کے نتیجے میں بنتا ہے۔آپ معزز ہیں، آپ کے دل میں شرافت کی اعلیٰ قدریں ہیں تو جو رزق بھی آپ مہمان کو پیش کریں گے وہ لازماً رزق کریم ہوگا۔

اس تعلق میں ایک اور مضمون جو اس آیت سے ابھرتا ہے جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے وہ یہ ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا (البقرہ:219) کہ وہ لوگ جو ہجرت کر کے آئے ہیں خدا کی خاطر تکلیفیں اٹھا کے پہنچے ہیں یعنی ایمان لانے والے جنہوں نے ہجرت کی اور خدا کی خاطر جہاد کئے وہ بھی اور وہ لوگ بھی جنہوں نے ان کے لئے جگہ بنائی اور ان کی نصرت فرمائی یہ دونوں اللہ کے مہمان ہوں گے۔یعنی مہمان اور میزبان دونوں ہی اللہ کے حضور برابر اجر پانے والے ہوں گے۔پس ہمارے جلسوں میں جو لوگ آتے ہیں ان کو ایک گونہ مشابہت ان لوگوں سے ہے جو اللہ کی خاطر سفر اختیار کرتے ہیں، خواہ ہجرت دائمی نہ بھی ہو۔ہجرت کے بہت سے مضامین ہیں، بہت

وسیع مضمون ہے جس کا ہجرت سے تعلق ہے تو اللہ کی خاطر سفر کرنے والا مہاجر ہوتا ہے۔ اللہ کی خاطر ایک بدی ترک کر کے ایک نیکی کی طرف حرکت کرنے والا مہاجر ہوتا ہے۔ پس ان معنوں میں جلسے کے دنوں میں آنے والے مہمانوں پر اس آیت کا خصوصیت سے اطلاق ہوتا ہے۔ اگر آپ اس خیال سے ان کی مہمان نوازی کریں کہ ان کا سفر اللہ کی خاطر ہے، کوئی دنیاوی غرض نہیں ہے۔ کوئی دنیاوی غرض ہوتی تو عام دنوں میں آتے اور اپنی موجیں کر کے واپس چلے جاتے۔ یہاں تو آنے والے بعض ایسے ہیں جن کی کوئی تمنا نہیں ہے لندن دیکھنے کی یا انگلستان آنے کی یا یورپ آنے کی۔ پیسے جوڑتے ہیں بڑے اخلاص کے ساتھ اور بعض قرض بھی اٹھا لیتے ہیں بعض چیزیں بیچتے ہیں۔ صرف یہ تمنا ہے کہ ہم خدا کی خاطر اس جلسے میں شامل ہوں جہاں خلیفہ وقت موجود ہو گا اور وہ جماعت کا ایک نوع کا مرکزی جلسہ ہو گا۔ ایسے واقعات کثرت سے سامنے آتے ہیں کہ جب ایمبیسی والے بعض دفعہ لوگوں کو ویزہ نہیں دیتے اس خوف سے کہ کوئی اور وجہ ہو گی تو ان کا جو رد عمل ہے وہ ایسا بعض دفعہ نمایاں ہوتا ہے کہ وہ اپنا فیصلہ بدلنے پر مجبور ہو جاتے ہیں حالانکہ کوئی گواہی نہیں ملتی، طبعی رد عمل ان کے دل سے جو اٹھتا ہے وہ پہچان لیتے ہیں کہ ہاں یہ سچا آدمی ہے۔

ایک عورت کا ذکر میں نے ایک دفعہ پہلے جلسے میں کیا تھا بوڑھی خاتون، وہ جب ایمبیسی میں انٹرویو کے لئے گئیں تو چونکہ ان پڑھ تھیں اس لئے ان کو Interpret کرنے والی عورت ساتھ تھیں۔ جب اس سے سوال کرنے والے نے پوچھا کہ تم کیوں جا رہی ہو۔ اس نے کہا ہمارا امام وہاں ہے، بڑی دیر ہوئی دیکھے ہوئے اس لئے میں نے ضرور جانا ہے وہاں اور جلسہ کا موقع ہے، دوسرے بھی آئے ہوں گے اس روحانی ماحول میں میری برسوں کی پیاس بجھے گی اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ تو ضمناً اس نے کچھ سوال کرنے کے بعد پوچھا تمہارا کوئی رشتے دار بھی ہے وہاں اس علاقے میں۔ اس نے کہا ہاں میری بیٹی ہے۔ اس نے کہا کب سے ہے۔ اس نے کہا بارہ سال سے وہاں ہے۔ تو اس نے کہا پھر یہ کیوں نہیں کہتی کہ بیٹی سے ملنے جا رہی ہوں۔ بے اختیار جو اس عورت کے منہ سے بات نکلی اس نے کہا ''درفٹے منہ'' یہ ایک اظہار ہے بے اختیار غصے کا ''میری بیٹی بارہ سال توں ہے۔ میں تے کدی ویکھیا ای نئیں اس پاسے'' میں نے تو کبھی اس طرف جانے کا سوچا بھی نہیں تھا، آج مجھے کیا خیال آیا ہے۔ اتنا بے اختیار تھا اس کا اظہار، اس کا ترجمہ صحیح ہوا یا نہیں اسی وقت اس افسر نے اس کو

ویزا دینے کا فیصلہ کرلیا۔

تو آنے والے اگر اللہ آتے ہیں تو وہ آپ کے مہمان ان معنوں میں بنتے ہیں کہ وہ اللہ کے مہمان ہیں جن کی آپ نے مہمان نوازی کرنی ہے۔ اس لئے پہلے سے زیادہ لازم ہے کہ وہ مہمان نوازی کریں جو اللہ اپنے بندوں کی کرتا ہے اور دوسری ضرورت اس لئے بھی پیش آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی ان مہمانوں کی لسٹ میں شامل کرلیا ہے جو خدا کی خاطر اپنے گھروں میں خدا کی خاطر آنے والوں کے لئے جگہ بناتے ہیں، ان کے ساتھ عزت سے پیش آتے ہیں اور ان کی نصرت فرماتے ہیں۔ فرمایا میں جن کو ایک مہمان رکھوں گا اس میں یہ سارے شامل ہیں۔ آنے والے بھی اور میزبان بھی اور ان سب کے لئے ایک مغفرت کا باب قائم کیا جائے گا۔ جو اس دروازے سے گزرے گا وہ بخشا ہوا ہوگا اور اس کے لئے پھر رزق کریم ہی ہے یعنی عزت والی مہمان نوازی جو خدا کی طرف سے اس کے اکرام کا موجب ہوگی۔

اب لفظ کریم میں بہت ہی گہرا مضمون ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو کریم کہہ دیا جاتا تو وہ بات نہ بنتی۔ رزق کریم نے بتایا کہ خدا کا کرم اس مہمان نوازی کی معرفت اس مہمان کی طرف منتقل ہو رہا ہے اور وہ کریم بن رہا ہے اس لئے بہت ہی بڑا Tribute جس کو کہتے ہیں یا بہت ہی بڑا ایک احسان کرنے کا انداز ہے اللہ تعالیٰ کا جسے، اس محاورے میں ظاہر فرمایا گیا کہ اس کے سامنے رزق کریم پیش ہوگا یعنی جس کو وہ رزق پہنچے گا وہ معزز ہے۔ اس کی شان اس میں پائی جائے گی اور جس کی مہمان نوازی اس رنگ میں ہو رہی ہوگی اس کے تو بلے بلے۔ کیا شان ہے اس کی کہ اللہ کا مہمان بنا ہوا ہے اور رزق کریم پیش کیا جا رہا ہے۔ تو آپ اگر ایسا کریں گے تو اللہ وعدہ فرماتا ہے کہ میں تمہیں بھی اس فہرست میں داخل کروں گا جو میری خاطر مہاجر ہجرت کرتے ہیں یا میری خاطر ان کی عزت افزائی کرتے ہیں وہ سب میرے مہمان ہوں گے اور مغفرت اور رزق کریم کا میں ان سے وعدہ کرتا ہوں۔

دوسری آیت جس کا میں نے ذکر کیا تھا جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ یہی وہ لوگ ہیں جو سچے مومن ہیں لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے لئے ان کے رب کے حضور بڑے بڑے درجات ہیں۔ ایک درجہ نہیں ہے صرف، بہت سے درجات ہیں۔ وَمَغْفِرَةٌ

وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ اور مغفرت ہے اور پھر رزق کریم ہے۔ جن لوگوں کی صفات بیان ہوئی ہیں ان صفات پر بھی تو نظر ڈالیئے۔ اس لئے آنے والے مہمانوں کو بھی وہ صفات اختیار کرنی چاہئیں جو ان کو خدا کی مہمان نوازی کا مستحق بنائیں گی اور جو ان کو مہمان ٹھہراتے ہیں ان کی بھی اس بات پر نظر رہنی چاہئے کہ اگر انہوں نے اللہ کا مہمان بننا ہے اور آخر ضرور بننا ہے، ان بندوں نے جن سے خدا مغفرت کا سلوک فرمائے گا تو اپنے مہمانوں میں بھی ان صفات کو بڑھانے کی کوشش کریں اور خود اپنے اندر بھی وہ صفات جاری کریں کیونکہ ایک آنے والا مہمان ہر معزز شخص کے گھر ٹھہرنے کا اس کی مہمانی قبول کرنے کا خود بخود مستحق نہیں ہوتا۔

یہ درست ہے کہ میزبان خواہ کیسا ہی معزز ہو وہ اپنے مہمان کی خاطر جھکتا ضرور ہے اور ایک حد تک اپنے اعلیٰ مقام سے تنزل کر کے، نیچے اتر کر اپنے مہمان کی خدمت کرتا ہے، ایک طبعی امر ہے لیکن اس کے باوجود بعض لوگ شایان شان نہیں ہوتے، اس لائق نہیں ہوتے کہ اس مہمان نوازی کے قابل ہوں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے وہ صفات بیان فرما دیں کہ اگر تم میری مہمان نوازی کے قابل بننا چاہتے ہو تو ان باتوں کا تمہیں خیال رکھنا ہوگا۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (الانفال:3) میرے مہمان وہ لوگ ہوں گے، ایسے مومن کہ جب اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے دلوں پر زلزلہ طاری ہو جاتا ہے۔ اس قدر ان کے دلوں پر خدا کا رعب چھاتا ہے، ایسی ہیبت طاری ہوتی ہے یا جوش محبت سے وہ تھرتھری لینے لگتے ہیں اور وَجِلَتْ کا لفظی ترجمہ تو خوف ہے لیکن خوف کے نتیجے میں جو چیزیں ظاہر ہوتی ہیں ان کا ذکر کر رہا ہوں۔ پس وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ کا مطلب یہ نہیں کہ ڈر گئے ہیں جیسے نعوذ باللہ کسی جانور سے ڈر گئے ہوں۔ اللہ کے خوف میں محبت بھی داخل ہے اور رعب بھی داخل ہے۔ پس اللہ کے خوف سے یعنی اس کے رعب سے اس کی عظمت کے تصور سے ان کے دل لرزنے لگتے ہیں اور اللہ کی محبت میں ان کے دلوں پر جھرجھری طاری ہو جاتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق فرمایا وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (الانفال:۳) جب اللہ کی آیات ان پر پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کے ایمان بڑھتے ہیں اور پہلے سے بہتر حالت میں وہ واپس لوٹتے ہیں اور توکل اللہ پر کرتے ہیں، کسی اور پر توکل نہیں کرتے۔ وہ جو پہلی آیت میں نے پڑھی تھی جس میں نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ کا ذکر

تھا۔اس کے آغاز میں بھی درحقیقت توکل ہی کا مضمون ہے۔پس مہمان نوازی اس کی ہوگی جو غیر اللہ کے رزق کی طرف آنکھ اٹھا کے بھی نہیں دیکھتا۔وہ اس رزق کو ہرگز پسند نہیں کرتا جو اللہ کی رضا سے باہر حاصل کیا جائے اور خالصۃً اللہ کو اپنا رب بناتا ہے اور اسی پر توکل کرتا ہے۔پس جو مضمون بہت آسان لگ رہا تھا اب جب آگے بڑھتے ہیں تو کچھ مشکل لگنے لگتا ہے مگر اس مشکل کو بھی اللہ ہی حل فرمائے گا۔

پہلی آیت کا آغاز اس طرح ہوا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (حم سجدہ: 31) وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے یعنی وہی ہمارا رازق ہے وہی ہمارا پروردگار ہے، ہماری زندگی کا ہر سہارا اسی سے حاصل ہوگا اور یہ کہہ کر انہوں نے استقامت اختیار کی۔ استقامت کے بہت سے مضمون ہیں ان میں ایک مضمون جو اس آیت کے تعلق میں توکل کے تعلق میں ہے وہ یہ ہے کہ یہ دعویٰ کرنے کے بعد جب روزمرہ مصیبت پڑے گی، بھوک ابتلاء لائے گی یا بچوں یا بیویوں کی ضرورت مشکلات پیش کرے گی یا اردگرد کے معاشرے کا رہن سہن طبیعت میں تمنا پیدا کرے گا کہ ہم بھی ایسے ہی ہوں، ہمارے بچے بھی اسی طرح زندگی بسر کریں اور اس کے باوجود یہ وعدہ یاد آئے گا کہ ہم نے تو یہ عہد کیا تھا کہ رَبُّنَا اللّٰهُ صرف اللہ ہمارا رب ہے۔پھر وہ تمام رزق کی لالچوں اور حرصوں کو یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں، ٹھکرا دیتے ہیں۔کہتے ہیں رَبُّنَا اللّٰهُ اللہ ہمارا رب ہے یہی توکل ہے جس کا اس آیت میں بھی ذکر ہے کہ وہ میری ذات پر توکل کرتے ہیں۔ان کی مہمان نوازی میرا فرض ہے اور وہ مہمان نوازی صرف آخرت میں نہیں ہوتی بلکہ اس دنیا ہی میں شروع ہو جاتی ہے۔رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا کہنے والوں کے متعلق فرمایا ایسے فرشتے اترتے ہیں جو کہتے ہیں نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وہ کہتے ہیں ہم اس دنیا میں بھی تمہارے ساتھ ہوں گے اور آخرت میں بھی۔وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ (حم سجدہ: 32) تو توکل کے نتیجے میں اللہ مددگار بھیجتا ہے اور توکل کی جزاء آخرت ہی میں نہیں بلکہ اس دنیا ہی میں ملنی شروع ہو جاتی ہے۔

اور تاریخ اسلام کا مطالعہ کر کے دیکھیں، تاریخ اسلام کے دوسرے دور یعنی احمدیت کا مطالعہ کر کے دیکھیں اتنے نمایاں اور قطعی شواہد ہمیں ملتے ہیں کہ جنہوں نے خدا کی خاطر غیر اللہ کی طرف سے آنے والے رزق سے آنکھیں بند کر لیں بلکہ دیکھا اور ٹھکرا دیا اور ذرہ بھر بھی پروا نہیں کی

اللہ نے ان کے رزق میں اتنی برکت دی کہ ان کی اولا دوں، اولا د کی اولا د اور اولا د کی اولا د کو نسلاً بعد نسل مالا مال کر دیا اور آنے والے بھول بھی گئے کہ ہمیں کیوں رزق عطا ہو رہا ہے لیکن در حقیقت خدا کا یہی وعدہ پورا ہو رہا تھا کہ تم نے مجھے رب کہا تھا، میرے ہو رہے تھے، مجھ پر توکل کیا تھا، اس لئے اب میں تمہارے رزق کا ضامن ہوں اور میں اسے بڑھاتا چلا جاؤں گا۔ دنیا میں بھی عطا کروں گا اور آخرت میں بھی عطا کروں گا تو یہ دوسری صفت ہے جو معین ہوگئی۔

اب آنے والے اگر ضرورت کے ابتلاء میں پڑ کر قرض مانگتے ہیں، نیت یہ ہوتی ہے کہ واپس ہی نہیں کریں گے یا گر جاتے ہیں اخلاق سے اور ہر کس و ناکس کے سامنے جھولی پھیلانے لگتے ہیں یا یہ نہ بھی کرتے ہوں تو اپنی غربت کے قصے پیش کرنے لگ جاتے ہیں، اپنے حالات دردناک طریق پر بتاتے ہیں، یہ سارے دراصل غیر اللہ سے رزق طلب کرنے کے بہانے ہیں۔ بعض لوگ جو اپنے حالات بیان کرتے ہیں حقیقت میں وہ جس کے سامنے بیان کرتے ہیں اس سے دعا مانگ رہے ہوتے ہیں۔ یہ انبیاء کی سنت اختیار نہیں کرتے کہ اِنَّمَآ اَشۡكُوۡا بَثِّىۡ وَحُزۡنِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ (یوسف: 87) کہ غم تو مجھے بھی ہے تکلیفیں تو مجھے بھی پہنچتی ہیں مگر میں اللہ کے سوا کسی کے سامنے اپنا غم پیش نہیں کرتا، اللہ ہی کے حضور پیش کرتا ہوں۔ تو جو توکل کرنے والے ہیں ان کی ایک یہ یہ بھی صفت ہے جو لازماً ان کے کردار کو عظمت عطا کرتی ہے کہ وہ اپنی غربت کی پردہ پوشی کرتے ہیں، اپنے داغ دکھاتے نہیں ہیں۔ ہاں غربت جو خود دکھائی دینے لگتی ہے۔ جہاں جگہ جگہ لگے ہوئے پیوند اپنی کہانی خود بیان کرتے ہیں وہ ایک الگ قصہ ہے مَا ظَهَرَ مِنۡهَا (الانعام: 152) جو ہے اس میں بندے کا اختیار نہیں ہے۔ مگر رزق حاصل کرنے کی خاطر، رحم کی توجہ اپنی طرف کھینچنے کے لئے انسان بندوں کے سامنے کوئی عجز اختیار کرے مانگے یا مانگے بغیر اپنے حالات پیش کر دے یہ جائز نہیں ہے۔ اس لئے اللہ کرے کہ ان میں کوئی ایک بھی ایسا نہ ہو جس کی نیت میں یہ فتور داخل ہو مگر بعض دفعہ آنے والے ایسا کرتے رہے ہیں۔ اس لئے میں فرض سمجھتا ہوں کہ سب کو عموماً متنبہ کر دوں۔ بعض میرے سامنے آ جاتے ہیں تو وہ ان کو کھلنا اور بات ہے۔ امام وقت کے سامنے ضرورتیں پیش کرنا یہ اور مضمون ہے میں ان کو کسی قسم کا متہم نہیں کر رہا، ان پر کوئی اتہام نہیں۔ مگر لوگوں کے سامنے مجلسوں میں بیٹھ کر ایسی باتیں کرنے والے جو ہیں ان کی اطلاعیں مجھے پہنچتی رہتی ہیں اور لوگ بتاتے

ہیں کہ فلاں شخص کا یہ حال تھا اس لئے ہم نے یہ کام کیا۔ میں نے کہا آپ کو کیسے پتا چلا؟ اس نے خود بتایا پتا کیوں نہ چلے اور پھر یہ لوگ بعض دفعہ بلآخر پیشہ ور ہو جاتے ہیں اور خدا سے توکل کا تعلق کاٹ لیتے ہیں۔ ایسی صورت میں آنحضرت ﷺ نے جو انذار پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ قیامت کے دن ان لوگوں کے چہرے ایسے ہوں گے کہ چمڑے ہڈیوں سے لگے ہوں گے اور ان کے درمیان کوئی گوشت نہیں ہوگا۔ جب پوچھا جائے گا یہ کیا بات ہے۔ تو پتا چلے گا کہ وہ اپنی غربت لوگوں کے سامنے پیش کیا کرتے تھے اور خدا کی بجائے لوگوں سے امداد کے طالب رہتے تھے۔ سوالی ہیں یہ لوگ۔ تو ایک طرف یہ حکم ہے کہ سوالی سے غصے سے پیش نہ آؤ، اس سے زیادتی نہ کرو، اسے دباؤ نہیں۔ دوسری طرف یہ ارشاد ہے کہ دیکھو خود سوالی نہ بننا یعنی اللہ کے سوالی بنو، غیر اللہ کے سوالی نہ بنو۔ تو جن لوگوں کی مہمان نوازی کا ذکر آپ نے سنا کہ اللہ مہمان نوازی فرمائے گا اب ان کے حالات بھی سنیں کہ وہ کیسے لوگ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ مہمان نوازی فرمائے گا اور خود اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں میں یہ ذکر کر رہا ہوں وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ جب اللہ کے نشان ان کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں تو وہ بہرے کانوں سے نہیں سنتے۔ ان نشانات کو سن کر ان کے ایمان تازہ ہوتے ہیں اور پہلے سے بڑھ جاتے ہیں۔ وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ اور اپنے رب پر توکل میں پہلے سے بھی بڑھ جاتے ہیں۔ توکل تو شروع سے ہی تھا۔ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ کو آخر پر رکھنے سے مراد یہ ہے کہ جب ایمان بڑھتا ہے تو توکل بڑھتا ہے اور پہلے سے بڑھ کر اپنے رب پر توکل کرنے لگتے ہیں۔

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (الانفال: 4) یہ وہ لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں۔ پس آنے والے مہمان ہوں یا ان کے میزبان ہوں اگر وہ نماز کو قائم کرنے والے نہیں تو اسی حد تک خدا تعالیٰ کی مہمانی کے وعدے سے اپنے آپ کو محروم کرنے والے ہیں۔ یہ صفات ہیں جو خدا کے مہمانوں کی ہیں اللہ نے خود بیان فرمائی ہیں۔ پس آنے والے بھی نماز قائم کریں۔ بسا اوقات میں نے دیکھا ہے کہ لگتا تو یہ ہے کہ جلسے کے شوق میں آئے ہیں مگر بات بعد میں یہ کھلتی ہے کہ مجالس کے شوق میں آئے ہیں۔ مل بیٹھنے، ایک دوسرے سے گپ شپ مارنے، جو جلسے کے ماحول کا لطف ہے ایک قسم کے میلے والا، دلچسپی اس میں تھی نہ کہ اللہ کی آیات کی تلاوت میں

تھی، دلچسپی گپ شپ میں تھی نہ کہ ذکر الٰہی میں تھی۔ چنانچہ جہاں ذکر الٰہی کی مجالس ہوں، جہاں جلسے ہو رہے ہوں، سنجیدہ تقاریر ہوں وہاں سے جس حد تک ممکن ہے کھسکنے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر الگ اڈے بناتے ہیں۔ یا یہ بازاروں میں جا کر دو کانوں کے سامنے، کافی ہاؤس یا کبابوں کی دکانوں کے سامنے یا جہاں پکوڑے بک رہے ہیں وہاں دکھائی دیں گے اور خوب مجلس لگی ہوگی اور قہقہے ہو رہے ہوں گے اور جبکہ تقریر جلسے کی چل رہی ہے آوازیں پہنچ رہی ہیں۔

پس میں آپ کو متنبہ کرتا ہوں کہ یہ اللہ کے مہمان نہیں ہیں۔ اگر چہ ان کی مہمان نوازی بھی فرض ہے اور اخلاق حسنہ کا تقاضا ہے کہ جس حد تک ممکن ہے ان سے کرم کا سلوک کرو۔ مگر وہ فہرست جس میں خدا کے مہمان داخل ہیں اس سے یہ نکل جاتے ہیں اس لئے ان سے کیا سلوک کرنا چاہئے۔ کیونکہ اگر آپ مغفرت کے طالب ہیں تو مغفرت کریں گے تو مغفرت کے طالب ہوں گے۔ پس ایسے لوگوں کو طعنے نہیں دینے چاہئیں اور رزق کریم یہاں یہ معنی اختیار کرلے گا کہ کریمانہ نصیحت کریں۔ ان کو ایسی پاک نصیحت کریں جو ایک معزز انسان کیا کرتا ہے جو ایک معزز انسان کے شایان شان ہے۔ اس سے نصیحت کے انداز سیکھتے ہوئے اس طرز پر ان کو نصیحت کریں کہ بھائی اتنی دور سے آئے ہو کیا پاکستان میں یا ہندوستان میں یا بنگلہ دیش میں یا جرمنی میں پکوڑے نہیں ملتے تھے، وہاں کباب نہیں کھائے جاسکتے تھے، خدا کا ذکر سننے آئے ہو چند دن برداشت کرو ضبط کرو اگر سنو گے تو کم سے کم ایک وعدہ تمہارے حق میں پورا ہوگا کہ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا یہ آیات جو ہیں تمہارے ایمان بڑھائیں گی اور ایک اور ذوق تمہارے دل میں پیدا کر دیں گی جو اس ذوق کے علاوہ ہے۔

اور یہ اس لئے ضروری ہے کہ قیامت کی مہمان نوازی کے لئے یہ ذوق ہونا ضروری ہے۔ اگر دنیا کا ذوق اسی طرح رہے اور اللہ کی محبت اور پیار کا ذوق نہ ہو تو مَا تَشْتَهِيْۤ اَنْفُسُكُمْ کا مضمون جاری ہی نہیں ہوتا پھر کیونکہ وہاں وہ اشتہا پوری کی جائے گی جو پاکیزہ ہے، جو اللہ کی ذات سے لطف اندوز ہونے کی صلاحیت پیدا کرتی ہے یا صلاحیت کا تقاضا کرتی ہے۔ پس خدا کا مہمان بننا ہے تو اس دنیا میں اس کی آیات سے لطف اٹھانا تو سیکھ لو۔ اگر خدا کے مہمان بننا ہے تو جب اس کا نام آئے تو اس کے رعب اور اس کی تمکنت سے پھر اس کی محبت سے تمہارے دلوں پر ایک لرزہ طاری ہو جائے۔ جو لذت تم یہاں پاتے ہو اس کے ذکر سے، وہی لذت آگے تمہاری مہمان نوازی کرنے والی

ہے۔ پس دنیا کی زندگی میں ضروری چیزیں انسان کو لذت پہنچاتی ہیں جو عام دنیا کی چیزیں ہیں مگر مراد یہ ہے کہ انہی کا نہ ہو رہنا۔ ذکر الٰہی سے بھی لذت حاصل کرنے کی صلاحیت پیدا کرو کیونکہ آخر پر پھر ذکر الٰہی رہ جائے گا، یہ مادی لذتیں یہیں رہ جائیں گی، یہ وہاں نہیں پہنچیں گی۔ پس اس پہلو سے اپنی بھی تربیت کریں، اپنی اولادوں کی بھی تربیت کریں اور جلسے کے دنوں میں کوشش کریں کہ آپ کے مہمان زیادہ سے زیادہ وقت جلسے کے دوران جلسے ہی میں رہیں۔ یہ نہ دیکھیں کہ تقریر کس کی ہے کیونکہ تقریر کسی کی بھی خدا کی خاطر ایک تیار کرنے والے نے آپ کی مہمانی کے لئے تیار کی ہے اور اس کو آپ کو قبول کرنا چاہئے اور ابتداء میں اگر طبیعت، مزاج اس کے مطابق نہ بھی ہو طبیعت اس کے خلاف ہو یا نہ ہو مزاج کا پوری طرح تطابق نہ بھی دیکھیں آپ، تب بھی رفتہ رفتہ اللہ تعالیٰ وہ مزاج پیدا کر دیتا ہے اور یہ بہت پرانا بچپن سے میرا تجربہ ہے کہ بسا اوقات ایک جگہ بیٹھے ہیں، کوئی خاص شوق نہیں تھا اس تقریر کو سننے کا محض اس لئے کہ ہونی ہے، ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ کی خاطر ہے چلو بیٹھ جاتے ہیں۔ کئی ایسے مقرر ہوتے ہیں جو انسان کو پسند نہیں ہوتے مگر بیٹھنے کے بعد ہمیشہ یہ احساس ہوا کہ نہ بیٹھتے تو محروم رہتے۔ تیار کرنے والے بڑی محنت سے اللہ کی خاطر کچھ چیزیں تیار کرتے ہیں اور بڑے سے بڑا عالم بھی ان کو سن کر ضرور کچھ نہ کچھ فیض پاتا ہے۔ ہر ایک کا ایک اپنا رنگ ہے، ہر ایک کا اپنا ایک ذوق ہے جس کے مطابق وہ چیزیں تلاش کر کے پیش کرتا ہے۔

پس ایسی تقریروں کو جو آپ کے مزاج کے مقرروں کی طرف سے نہ ہوں حقارت سے دیکھنا، نظر انداز کر دینا ایک تکبر کی روح ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اور فائدہ ضرور ہوگا آپ کو، یہ ہو نہیں سکتا کہ خدا کی خاطر آپ بیٹھے ہوں اور فائدہ نہ ہو اور اگر کچھ بھی سمجھ نہ آئے کچھ بھی پتا نہ چلے کہ کیا ہو رہا ہے تب بھی بیٹھنا ہی بیٹھنا ہے کیونکہ محبوب کا ذکر ہے اور ایسے غیر ملکی ہم نے دیکھے ہیں امریکہ سے جو مہمان آیا کرتے تھے قادیان میں بھی اور ربوہ میں بھی یا باہر کے دوسرے ملکوں سے بھی پوری تقریریں خواہ وہ نظام Translation کا ہو یا نہ ہو، پوری تقریریں پورا وقت بیٹھ کر سنتے تھے۔ آواز آتی تھی سمجھ کچھ نہیں آتی تھی مگر خدا کی خاطر بیٹھے رہتے تھے۔ تو اگر باہر سے آنے والے وہ جو خالصۃً خلوص سے اللہ کی خاطر سفر کرتے ہیں یہ نمونے دکھا سکتے ہیں کہ جو زبان نہ بھی سمجھ آتی ہو اس میں بیٹھے رہیں۔ تو وہ لوگ جنہیں کچھ نہ کچھ وہ زبان سمجھ آتی ہے ان پر تو بدرجہ اولیٰ فرض ہے، ان پر تو

لازم ہے کہ وہ خدا کی خاطر اس مجلس میں بیٹھیں۔ اگر کچھ نہ بھی پلے پڑے تو آپ نے کچھ ضائع نہیں کیا، یہ وقت آپ کے کام آ گیا کیونکہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ خدا کی خاطر بیٹھنے والوں کی صحبت ایسی بابرکت ہے کہ جو شخص محض پاس کسی اور غرض سے بھی بیٹھ جاتا ہے مگر شامل رہتا ہے اس پر بھی اللہ تعالیٰ برکت نازل فرماتا ہے اور فرشتوں کو کہتا ہے کہ ان کو بھی ان لوگوں میں لکھ لو جو میرے ذکر کرنے والوں کے پاس بیٹھے تھے اور ثواب کے مستحق ہیں کیونکہ جو میری خاطر بیٹھنے والے لوگ ہیں مجھے اتنے پیارے ہیں، ایسے معزز ہیں کہ ان کے ساتھی بھی ان سے عزت پاتے ہیں۔ تو آپ اس خاطر جلسے کی تقریروں میں بیٹھیں۔ اگر کچھ سمجھ نہیں آتی یا ذوق نہ بھی ہے، کم از کم اس وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ کے پیار کی نظر پڑے گی اور ہوسکتا ہے یہی آپ کی بخشش کا سامان ہو جائے۔ تو وہ رونقیں جو جلسے سے باہر ہو جاتی ہیں وہ جلسوں کے اندر رہیں گی اور باہر کامل سکون اور امن ہوگا اور کوئی شخص بے ضرورت پھرتا دکھائی نہیں دے گا اور پنڈال ہمیشہ بھرے رہیں گے اور یہ بات فی ذاتہٖ ایمان بڑھانے کا موجب بنتی ہے بہت اعلیٰ تربیت کا موجب بنتی ہے۔

پھر فرمایا اَلَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ یہ لوگ نماز قائم کرتے ہیں۔ اب جلسے کے دوران مہمانوں کو بھی اور میزبانوں کو بھی دونوں کو نماز کو بہر حال قائم کرنا ہے کیونکہ یہ سب تعریفیں ان لوگوں کی جارہی ہیں جنہوں نے آخر مغفرت کے دروازے سے گزرنا ہے، جن کے خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑے درجات ہیں۔ تو آپ کو اس کا مستحق یوں بننا ہوگا کہ نمازوں کو قائم کرنا ہوگا۔ جلسے کے دنوں میں باقاعدگی سے ہر شخص جو وہاں موجود ہو اس دائرے میں اسے نماز پڑھنی چاہئے۔ سوائے اس کے کہ کوئی فریضہ ایسا سپرد کیا گیا ہو ایسا نظام جماعت کی طرف سے کام ہو کہ اس وقت باجماعت نماز میں شامل نہیں ہوسکتا۔ اس کو پھر الگ باجماعت نماز پڑھنی چاہئے یعنی باجماعت نمازیں کئی ہوسکتی ہیں ایسی صورت میں۔ پس نماز کو قائم کریں اور نماز کو قائم کرنے کا یہ مطلب صرف نہیں ہے کہ آپ نماز باجماعت پڑھیں لوگوں کو بھی پڑھائیں یہ اقام الصلوٰۃ ہے۔ سمجھائیں، پیار سے نصیحت کر کے، ہمدردی کے جذبے کے ساتھ کہ بھئی دیکھا سنا نہیں ہے کہ اللہ کی طرف سے کیا آواز آئی ہے۔ ''حی علی الصلوۃ ''نماز کی طرف دوڑے چلے آؤ۔ نماز کی طرف دوڑے چلے آؤ۔ اس خدا کی طرف سے آواز آئی ہے جو کہتا ہے'' اللہ اکبر، اللہ اکبر ''خدا سب سے بڑا ہے، خدا سب سے بڑا ہے

اور پھر تکرار سے تمہیں بتا تا ہے تمہیں دعوت دینے والا ہر دوسری چیز سے بڑا ہے۔ ’’اللہ اکبر، اللہ اکبر‘‘ پھر کہتا ہے ’’حی علی الصلوۃ ‘‘ جب یہاں تک پہنچتا ہے مگر اس سے پہلے ’’اشھدان لا الہ اللہ، اشھد ان محمد رسول اللہ ‘‘ یہ دو اعلان ہونے کے بعد پھر بلایا جار ہا ہے پوری تمہید قائم کر دی گئی ہے ’’حی علی الصلوٰۃ، حی علی الصلوٰۃ‘‘

اور جن کو سمجھ نہیں آتی کہ نماز کی طرف کیوں آئیں ساتھ ہی بیان فرما دیتا ہے حی علی الفلاح ، حی علی الفلاح تمہیں کامیابی کی طرف بلا رہے ہیں، تمہیں ہم نجات کی طرف بلا رہے ہیں۔ اس لئے اس آواز کو سننے کے بعد دور کھڑے رہ جانا یا پرے ہٹ کر بیٹھ رہنا بڑی سخت محرومی ہے، ایسی محرومی جو انسان کو مجرم بنا دیتی ہے۔ پس نماز کو قائم کریں۔ دوسروں کو بھی بلائیں خود بھی حاضر ہوں اپنے بچوں کی بھی تربیت کریں۔ جو مہمان آپ کے گھروں میں بیٹھے ہیں وہ بسا اوقات مجلس کے شوق میں بعض دفعہ دو دو بجے تک رات جاگتے ہی رہتے ہیں اور اس کے بعد سارے آرام سے سو جاتے ہیں کہ اب تو تھکے ہوئے ہیں۔ پھر میزبان یہ سمجھتا ہے کہ اونچی آواز نہ آئے، آنکھ نہ کھل جائے اگر وہ نمازی بھی ہو تو آہستہ آہستہ اٹھتا ہے۔ یہ مہمان نوازی نہیں ہے، رزق کریم نہیں ہے جو پیش کر رہا ہے۔ اگر وہ معزز مہمان نواز، وہ مہمان نواز ہے جو خدا کی نمائندگی کر رہا ہے تو حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کو بھول کر وہ خدا کی نمائندگی کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ اس کا فرض ہے کہ اگر وہ یہ نہیں کہہ سکتا مہمانوں کو کہ سو جاؤ، وہ سمجھتا ہے کہ ان کی دل آزاری ہوگی تو اٹھنے کا تو کہہ سکتا ہے اٹھانے میں کوئی دل آزاری نہیں اگر وہ نماز کے وقت کا اٹھانا ہے بلکہ سنت رسولؐ کے مطابق ہے۔ قطع نظر اس کے کہ کوئی تھکا ہوا ہے، کتنے دنوں کا جاگا ہوا ہے، جب نماز کا وقت آتا ہے تو جگانا سنت انبیاء ہے اور قرآن کریم جگانے ہی کی ہدایت کرتا ہے اور صبح کی نماز میں یہ اعلان بھی داخل فرما لیا ہے کہ الصلوٰۃ خیر من النوم، الصلوٰۃ خیر من النومؑ‘ دیکھو دیکھو نماز نیند سے بہت بہتر ہے۔ یہاں نیند کا فرق نہیں کیا کہ تھوڑی نیند سے بہتر ہے یا زیادہ نیند سے بہتر ہے۔ ہر نیند سے بہتر ہے۔ خواہ کیسے ہی تھکے ہوئے کی نیند کیوں نہ ہو۔ تو کم سے کم یہ تو کریں کہ نماز کے وقت دروازے کھٹکھٹائیں اپنے مہمانوں کے کہ میاں پہلے تم اپنے شوق سے جاگے تھے اب خدا کی خاطر جاگو۔ جس کی خاطر یہ سفر اختیار کیا تھا اس سے ملنے کے لئے اٹھو اور نمازوں کو اپنے گھروں میں قائم کریں تو پھر

باقی عادات نمازیں درست کر لیں گی۔ کئی دفعہ آپ نے دیکھا ہوگا بعض لوگ جو تہجد کے لئے اٹھتے ہیں وہ کچھ دیر مجلس میں بیٹھتے ہیں پھر معذرت کر لیتے ہیں کہ میاں ہم نے تو صبح اٹھنا ہے معاف کر دو ہمیں تو جانا ہی جانا ہے۔ تو جس کی نمازیں درست ہوں اس کے باقی کام بھی درست ہو جاتے ہیں، اس کی عادتیں بھی درست ہو جاتی ہیں اس کے اوقات مناسب وقتوں میں بانٹے جاتے ہیں اور ہر وقت کا جو اپنا حق ہے وہ اسے ادا کرتا ہے، نماز کی مجبوری کی وجہ سے پس نماز کو قائم کریں۔ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ غیر اللہ کی طرف نہیں دیکھا۔ توکل کیا اللہ سے رزق پایا مگر جو پایا اسے صرف اپنے تک نہ رکھیں۔ آگے پھر جتنا خدا نے دیا ہے توفیق ہو تو دوسروں کو بھی پیش کریں ان کو بھی اپنے رزق میں شامل کریں۔ اب دیکھیں کتنا زبردست مہمان بن رہا ہے اللہ کے لئے۔ ایسا مہمان ہے کہ اس کی ایک ایک ادا خدا کو پیاری ہے۔ اسی لئے اس موقع پر فرماتا ہے اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا یہ سچے مومن ہیں۔ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کی ایک ایک ادا خدا کے حضور ان کے درجے بنا رہی ہے، ہر جو بات بیان کی گئی ہے اللہ کی خاطر وہ اختیار کرتے ہیں وہ اللہ کو اتنی پیاری ہے کہ ہر بات ان کا ایک درجہ بنا دیتی ہے۔ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ان کے لئے مغفرت ہے اور مغفرت کے بعد پھر رزق کریم ہے جس کا پہلے ذکر کر چکا ہوں۔

پس اللہ تعالیٰ تمام ان میزبانوں کو جو U.K جماعت سے تعلق رکھتے ہیں خدا کی خاطر آنے والے مہمانوں کی مہمان نوازی کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جس طرح میں نے بیان کیا ہے صبر اور حوصلے کے ساتھ مغفرت کا سلوک کرتے ہوئے جہاں تک ممکن ہے ان کی دلداری کرے اور دل آزاری کو معاف کر دیں اور آنے والوں کو میں اس ضمن میں یہ بھی نصیحت کرتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ نے تین دن کی مہمانی رکھی ہے اس کے بعد فرمایا ’’صــــدقة‘‘ صدقہ ہے اور مہمان کا فرض ہے کہ خصوصی اجازت لے کہ کیا چند دن اور آپ مجھے خوشی سے رکھ سکتے ہیں یہ مضمون ہے عام مہمانوں کا۔ بعض رشتے دار ہیں، اپنی بچیاں ہیں اپنے گھر والے اور ہیں جو آپس میں ہمیشہ سے بعض روایتی تعلق رکھتے ہیں ایک دوسرے کے پاس جاتے ہیں، مہینوں بھی ٹھہر جاتے ہیں دونوں کی خوشی کا موجب بنتا ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ سن کر رسمی طور پر جائیں اور تین دن کے بعد کہیں کیا ہم ٹھہر

سکتے ہیں۔عقل سے کام لینا چاہئے ،حکمت کی باتیں حکمت سے عمل میں لانی چاہئیں۔مراد یہ ہے کہ جو عام مہمان ہیں جن کے ساتھ پرانے رابطے نہیں ہیں لمبے قیام کے، ان کا فرض ہے کہ تین دن سے زیادہ بوجھ نہ ڈالیں حق ادا ہو گیا اجازت چاہیں اور اگر پھر وہ خوشی سے روکے یا آپ اجازت چاہتے ہیں اور آپ جانتے ہیں اس کا چہرہ دیکھ کر کہ کوئی انقباض نہیں ہے تو پھر بے شک کچھ دن اور ٹھہر جائیں مگر ایسے مہمان نہ بنیں کہ میزبان آئندہ ہمیشہ کے لئے مہمانی سے ہی توبہ کر لے۔ ایسے مہمان نہ بنیں جیسا ایک عرب بدو کے تجربے میں آیا تھا۔ ایک ایسا مہمان آیا جو اتنا کھاتا تھا کہ جب وہ میزبان سالن پہنچاتا تھا اور روٹی لینے جاتا تھا تو سالن ختم ہو چکا ہوتا تھا اور روٹی رہ جاتی تھی۔ پھر وہ دوڑتا تھا کہ روٹی کے لئے سالن لاؤں تو واپس آتا تھا تو روٹی ختم اور سالن باقی ہے۔ اس کا گھر اجڑ گیا چند دن میں، جتنی بکریاں تھیں ذبح ہو گئیں۔ بالآخر اس نے بڑے ادب سے اور احترام سے پوچھا اور عرب بدوؤں میں بہت مہمان نوازی کی روایات تھیں گھر تک قریباً لٹا بیٹھا اس نے بڑے ادب اور احترام سے پوچھا یا حضرت! کدھر کا ارادہ ہے خیال آیا کہ تھوڑا سفر آگے بھی چلوں۔ اس نے کہا بات یہ ہے کہ مجھے معدے کی تکلیف ہے بھوک نہیں لگتی اور ایک حکیم کا سنا ہے اس علاقے میں کہیں ایک حکیم ہے جو بھوک تیز کرنے کی دوائیں دیتا ہے میں اس کی خدمت میں جا رہا ہوں۔ تو اس نے ہاتھ باندھ کر عرض کی، عربی شعر ہے۔

یا ضیفنا ان زرتنا لوجدتنا

لمن الضیوف وانت رب المنزل

اے میرے معزز مہمان اگر پھر تجھے توفیق ملی ہماری زیارت کرنے کی تو تو یہ دیکھے گا کہ ہم مہمان ہوں گے اور تو میزبان۔ ہمیں مہمان رکھ لینا ہمارا سب کچھ قبضہ کر لینا اور میزبان بن جانا۔

تو ایسے مہمان نہ بن کر آئیں کہ میزبان توبہ توبہ کر اٹھے اور کہے کہ بس کافی ہو گئی، آگے کہاں کا ارادہ ہے۔ خود ہی اپنی حیا اور شرافت کے ساتھ وقت کے اندر اجازت چاہیں اور جہاں تک روزمرہ کی تکلیفیں جو اس بات سے وابستہ ہی ہیں ان کا تعلق ہے، اللہ ہر میزبان کو جزا دے گا جو اس کی خاطر قربانیاں کرتا ہے۔ اللہ آنے والوں کو بھی سچے معنوں میں مسلمان مہمان بننے کی توفیق عطا فرمائے اور یہاں رہنے والوں کو بھی سچے معنوں میں مسلمان میزبان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ ایسے

میزبان جن کی میزبانی پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ رات ایک میرے بندے نے ایسی مہمان نوازی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مطلع کیا کہ جب وہ مہمان نوازی کرر ہا تھا تو میں بھی ہنستا تھا، میں بھی خوش ہو رہا تھا، میں بھی لذت پا رہا تھا۔تو خدا کرے انہی لوگوں میں سے جو یہاں مختلف بھیسوں میں پڑے ہیں، بڑے بڑے معزز لوگ ان میں شامل ہیں ان کی مہمان نوازی کے ایسے انداز ہوں کہ آسمان سے ان کی مہمان نوازی کو دیکھ کر عرش کا خدا بھی چٹخارے لینے لگے۔اللہ کرے کہ ہمیں ایسی توفیق عطا ہو۔آمین